۱۵ر اکتوبر ۱۹۷۱ء

## اس شمارے میں




ہفتہ وار

# ہماری زبان

جلد ۳۰ | ایڈیٹر: آل احمد سرور | شمارہ ۳۹


اداریہ

## پھر وہی دیدۂ تر یاد آیا

۱۷ر اکتوبر کو سرسیّد کا جنم دن ہے۔ آج سے ایک سو چوّن برس پہلے وہ پیدا ہوئے۔ آنکھیں کھولیں تو ایک نظام کو مرتے اور دوسرے کو جنم لیتے دیکھا۔ قدیم تہذیب کی ساری خوبیوں اور خامیوں پر ان کی نظر تھی اور نئی تہذیب کی برکتوں کا بھی عرفان رکھتے تھے۔ انھوں نے سرکاری ملازمت پر قناعت نہ کی بلکہ تصنیف و تالیف میں اپنے کو، اپنے گرد و پیش کو اور دنیا کو دریافت کیا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں وہ حکومت کے ساتھ تھے، مگر حکومت سے کوئی انعام لینے کے روادار نہ تھے۔ وہ خلوص اور دیانت سے یہ سمجھتے تھے کہ پرانا نظام فرسودہ ہو چکا اور نئے نظام کا خیر مقدم کرنا چاہئے۔ انھوں نے سائنٹفک سوسائٹی گزٹ اور تہذیب الاخلاق کے ذریعہ سے علمی نظر تہذیبی شعور اور عقلی میلان پیدا کرنے کی کوشش کی اور اردو زبان کو علمی نثر سے مالا مال کیا۔ انھوں نے اپنی دلنواز شخصیت کی وجہ سے اپنے گرد اس دور کے بہت سے آفتاب و ماہتاب جمع کر لئے۔ ایم۔ اے۔ او۔ کالج کے ذریعہ سے انھوں نے علم و دانش کا ایک گہوارہ بنایا جو ۱۹۲۰ء میں یونی ورسٹی بنا اور برابر ترقی کے نئے منازل طے کر رہا ہے۔ انھوں نے اپنے دور کی سیاست، معاشرت، تہذیب، تعلیم، صحافت، ادب سب پر گہرا اثر ڈالا۔ لوگ باتیں کرتے ہیں، وہ کام کرتے تھے۔ ان کا ایک مشن تھا اور ایک پروگرام، مشن کی اہمیت اور ضرورت آج بھی بدستور ہے، پروگرام وقتی حالات کے مطابق بنایا گیا تھا، اس کو اب بجنسہ نہیں چلایا جا سکتا۔ وقت کے تقاضوں اور حالات کے مطالبات کے مطابق اس میں ترمیم کی جا سکتی ہے اور کرنی چاہئے۔

بیسویں صدی میں اردو دوستوں اور خصوصاً مسلمانوں کی ذہنی کیفیت اور ان کے مسائل کا اس وقت تک پورا پورا تجزیہ ممکن نہیں ہے جب تک ۱۸۵۷ء کے بعد سے جو اصلاحی تحریک سرسیّد نے چلائی اس کی روح کو پوری طرح سمجھ نہ لیا جائے اور اس لئے سرسیّد کے ذہن، ان کی شخصیت، ان کے کارناموں اور ان کارناموں کے اثرات کو بھی، آج کی الجھنوں اور مسائل کو سمجھنے کے لئے پرکھنا اور جانچنا ضروری ہے


فی کاپی: ۱۵ پیسے
قیمت سالانہ: ۵ روپے

انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ

اشاعت کی تاریخیں
۱، ۸، ۱۵، ۲۲

سرسید کی سوانح عمری حالی نے لکھی اور خوب لکھی، مگر اب ایک نئی سوانح عمری کی ضرورت ہے اسی طرح سرسید کے کام کے مختلف پہلوؤں پر موجودہ علمی معیاروں کے مطابق معروضی اور بے لاگ تجزیے کی بھی ضرورت ہے۔ سرسید کی تمام تصانیف کے نئے ایڈیشن مناسب حواشی کے ساتھ شایع ہونے چاہئیں۔ اس کے علاوہ سرسید کی موجودہ دور میں معنویت پر سمینار کرنا اور مقالات پڑھوانے اور ان پر بحث کرنے کی ضرورت ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ شعبۂ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے فکشن پر ایک اچھا سمینار کرنے کے بعد، سرسید کی موجودہ دور میں معنویت و اہمیت پر نومبر کے آخر میں ایک سمینار کرنے کا پروگرام بنایا ہے امید ہے کہ اس سمینار کے ذریعے سے موجودہ نسل کو نئے دور کے اس معمار اعظم اس محسن قوم اور اس ذہنی رہنما کے کارناموں کو سمجھنے اور پرکھنے میں مدد ملے گی۔ جو لوگ سرسید کو ایک مقدس شخصیت سمجھ کر ان کے کاموں کو تنقیدی نظر سے دیکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے، وہ غلطی پر ہیں۔ اس طرح جو لوگ سرسید کو اگلے وقتوں کا بزرگ سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں وہ اور زیادہ غلطی پر ہیں۔ سرسید فرشتہ نہ تھے۔ آدمی تھے۔ وہ غلطیوں سے پاک نہ تھے۔ مگر وہ ہمارا بہت بڑا ذہنی سرمایہ ہیں اور اس سرمائے کو مناسب طریقے سے برت کر ہی ہم موجودہ زندگی کے پیچ و خم سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔ سرسید پر برابر بحث ہونی چاہیے۔ ان کے کاموں کو مختلف پہلوؤں سے دیکھنا چاہیے۔ انھیں ایک زندہ اور توانا اور قابل استعمال طاقت ماننا چاہیے۔ اُن کے چراغ سے روشنی لے کر نئی شمعیں جلانا چاہیے، ان کی منزل پر رکنا نہیں چاہیے۔ ان سے آگے بڑھنا چاہیے۔ زندہ قوموں کا یہی طریقہ ہے۔

---

(صفحہ ۱۲ سے آگے)

آخر میں رکھا گیا ہے جب کہ یہ نام ردیف "س" کے ساتھ شامل ہونا چاہیے تھا۔ تبرکاً سری گورو نانک جی کے نام سے کتاب کا آغاز کیا گیا ہے۔ حروف تہجی کی ترتیب روایت کے مطابق تو ہے، لیکن اس سے تاریخی ارتقا کی واضح شکل سامنے نہیں آتی۔ بعض مذہبی کتابوں کا تعارف آخر میں دیا گیا ہے، شاید ان کے مصنفین کا کوئی حال معلوم نہیں ہو سکا۔ یہ فہرست بھی مکمل نہیں کہی جا سکتی۔

مرتبین نے شعرا و مصنفین کے ذاتی حالات جمع کرنے میں کافی سعی کی ہے اس کے باوجود خاطر خواہ معلومات فراہم نہیں ہو سکیں۔ سوانحی حصّہ سے اس کا احساس ہوتا ہے اور اس کا اعتراف بھی کیا گیا ہے۔ نمونۂ کلام کے ساتھ ساتھ کلام پر مختصر تر جیحی کی تنقیدی رائیں بھی پیش کی گئی ہیں جو مرتبین کے گہرے مطالعہ اور غور و فکر کا نتیجہ ہیں۔ نثر نگاروں کی تصنیفات سے نثر کے نمونے دیئے گئے ہیں، جن میں بعض اچھے افسانے بھی شامل ہیں۔ کتاب ذرا ضخیم ہو گئی ہے لیکن اس سے کتاب کی قدر و قیمت میں اضافہ ہوا ہے۔

اس خیال کا اظہار کیا جاتا رہا ہے کہ اس طرح کا علاقائی یا فرقہ وارانہ مطالعہ مناسب نہیں ہوتا، لیکن ایسے مطالعہ کا ایک بڑا فائدہ بھی ہے۔ عام طور پر ادبی تاریخوں میں صرف بڑے نام ہی شامل ہو پاتے ہیں، باقی نظر انداز ہو جاتے ہیں اور امتداد زمانہ کے ساتھ معدوم۔ اور اس طرح ہم اپنی تاریخ کے ایک اچھے خاصے حصّے سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کے مطالعات میں بڑے چھوٹے اہم غیر اہم سبھی مصنفین، ان کے حالات، کلام کے کچھ نمونے ضبط تحریر میں آ کر محفوظ ہو جاتے ہیں۔ اس سے ادبی تاریخ کے لئے خام مواد مہیا ہوتا ہے۔ مرتبین قابل مبارکباد ہیں کہ انھوں نے تاریخ کے ایک اہم سلسلہ کو ملایا اور ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔

---

## آغا حیدر حسن کی ادبی خدمات کے اعتراف کے لیے جشن کی تیاریاں

حیدر آباد، ۱۰ اردو کے بزرگ اور نامور ادیب پروفیسر آغا حیدر حسن کی ادبی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے حیدر آباد میں کل ہند نوعیت کا ایک جشن منایا جائے گا۔ جناب اختر حسن جنرل سکریٹری اردو رائٹرس گلڈ نے یہاں اس بات کا اعلان کیا۔

• رہنمائے دکن

## حضرت فراق گورکھپوری کا جامعہ عثمانیہ میں خیر مقدم

حیدر آباد، ۱۰ عثمانیہ یونی ورسٹی کے شعبہ جات جرنلزم اور اردو کے زیر اہتمام ممتاز اردو شاعر حضرت رگھوپتی سہائے فراق گورکھپوری نے عثمانیہ یونی ورسٹی کالج آف آرٹس اینڈ کامرس میں طلبہ کو خطاب کیا اور اپنا انگریزی و اردو کلام سنایا۔

• رہنمائے دکن

ڈاکٹر قمر رئیس
(تاشقند)

# تاشقند میں ہندشناسی

## ڈاکٹر آزاد شاماتف

پچھلے دنوں ایک علمی جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے اردو کے ممتاز اسکالر ڈاکٹر بی محمودوف نے دعویٰ کیا کہ تاشقند نہ صرف سوویٹ یونین میں بلکہ ساری دنیا میں ہندشناسی کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ میرا خیال ہے کہ ان کے اس دعوے میں کسی مبالغہ کو دخل نہیں۔ گذشتہ دس بارہ سال میں تاشقند میں ہندشناسی کے رجحان نے غیر معمولی مقبولیت حاصل کی ہے۔

آج جتنی بڑی تعداد میں ہندوستانی زبانوں، ادبیات اور ہندوستان کی تاریخ و تمدن کے مختلف مسائل پر تاشقند کے اسکالر علمی کام کر رہے ہیں کم از کم میرے علم میں کسی دوسرے شہر میں اتنا اور ایسا کام نہیں ہو رہا ہے۔ تاشقند یونیورسٹی کی شرقیاتی فیکلٹی میں کم و بیش سو طلبہ اردو اور ہندی کا پانچ سالہ گریجویشن کورس مکمل کر رہے ہیں۔ تاشقند کے پانچ اسکولوں میں اردو اور ہندی زبانیں پہلی جماعت سے دسویں جماعت تک لازمی مضمون کی حیثیت سے پڑھائی جاتی ہیں۔ اس طرح تقریباً چھ ہزار طلبہ اردو اور ہندی کی باقاعدہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ تاشقند کی اکیڈمی آف سائنس کے شرقیاتی انسٹی ٹیوٹ میں کم و بیش چالیس اسکالر ہندوستانی زبان و ادب یا تاریخ و تمدن کے کسی نہ کسی موضوع پر تحقیقی کام کر رہے ہیں جہاں تک اردو کا تعلق ہے گزشتہ دس سال میں دس عالموں کو اردو زبان و ادب پر علمی کام کرنے کے صلہ میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی جا چکی ہے۔ لگ بھگ اتنے ہی اسکالر ہندی میں بھی ڈاکٹریٹ کا کام مکمل کر چکے ہیں اور اس سے زیادہ تعداد میں کام کر رہے ہیں۔

میرا خیال ہے کہ یہاں اردو زبان بعض دوسری مشرقی اور ہندوستانی زبانوں کے مقابلہ میں کچھ زیادہ ہی مقبول اور محبوب ہے اور اس کا سبب دونوں ملکوں کے قدیم تاریخی تہذیبی اور لسانی روابط ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک واقعہ کا ذکر دلچسپ ہوگا۔ گزشتہ سال لندن کے ایک اردو اسکالر ڈاکٹر شیفرڈ صاحب تاشقند آئے۔ میں انھیں ایک محفل میلاد میں لے گیا، جہاں ازبکی زبان میں سیرت پر کئی حضرات نے لکچر دئے۔ بعد میں شیفرڈ صاحب نے مجھے اور میزبانوں کو بتایا کہ انھوں نے تقریروں کا پچاس فیصد سے زائد حصہ بخوبی سمجھ لیا اور یہ محض اس لئے کہ وہ اردو زبان جانتے ہیں۔ درس و تدریس کے دوران میں نے ہمیشہ محسوس کیا ہے کہ مقامی طلبہ کو اردو زبان سیکھنے اور اردو شعر و ادب کی تفہیم میں زیادہ دقت نہیں ہوتی۔ اس سال یونیورسٹی کی شرقیاتی فیکلٹی میں بائیس طلبہ نے اردو کے پانچ سالہ کورس میں داخلہ لیا ہے۔ جہاں تک مجھے علم ہے اتنی بڑی تعداد میں کسی دوسری مشرقی زبان میں ابتک داخلے نہیں ہوئے۔ (اس سال اردو کے علاوہ کسی دوسری ہندوستانی زبان میں داخلہ ہوا ہی نہیں) اردو شعر و ادب سے بھی مقامی طلبہ کی دلچسپی بڑھتی جا رہی ہے۔ گزشتہ چند سال میں سر سید احمد خاں اور علامہ اقبال سے لے کر سعادت حسن منٹو اور سردار جعفری تک متعدد ادبی موضوعات پر ڈاکٹریٹ کے مقالے لکھے جا چکے ہیں۔ صرف اسی پر بس نہیں۔ یہ اسکالر مقامی رسائل اور تحقیقاتی جرائد میں اکثر اردو زبان و ادب کے مسائل پر مقالے لکھتے ہیں۔ مذاکروں اور ادبی جلسوں میں بھی حصہ لیتے اور اس طرح اردو زبان و ادب کی مقبولیت میں اضافہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ افسوس اس کا ہے کہ ہندوستان کے اردو دوست تاشقند کے ان اردو دوستوں اور عالموں کے کاموں سے بہت کم واقفیت رکھتے ہیں۔ اس لئے میں کوشش کروں گا کہ آئندہ ہر ماہ تاشقند کے اردو عالموں کی شخصیت ان کے مشاغل اور کاموں سے "ہماری زبان" کے قارئین کو متعارف کرا دوں۔

ڈاکٹر آزاد کا پورا نام نصرالدین شاماتف آزاد ہے۔ وہ پانچ سال سے شرقیاتی فیکلٹی میں شعبۂ السنۂ ہند کے صدر ہیں۔ محنتی، اصول پرست، جوشیلے اور علم دوست نوجوان ہیں۔ ان کے

---

علی عباس امید

### تحقیق

شکستہ پر تھا
زمانے نے یوں اسیر کیا . . . .
ہوا کا دوش بھی بھولا، گل اور گلشن بھی
دل و جگر ہی نہیں روح بھی شکستہ ہوئی
کھلی کتاب بنا پھر بھی پڑھ سکا نہ کوئی
نہ جانے کتنی ہی صدیاں گزر گئیں پل میں
ٹھہر گئے کئی لمحات آ کے شل صدی
رکی نہ نبض مگر دل نے یہ یقین کیا
کہ میں تو زندہ رہا پھر بھی مجھ میں کوئی مرا
اسیر وقت ہوں اب مجھ کو یاد ہے اتنا
کہ وقت آتا ہے لمحوں میں قید ہوتا ہے
اک ایک لمحے کی دہلیز پر قدم رکھ کر
یہ پوچھتا ہوں کہ وہ کون تھا جو مجھ میں مرا!

والا صاحب بھی تاشقند کے ایک اعلیٰ علمی تحقیقاتی ادارہ کے سربراہ ہیں اور ان کی رفیق حیات محترمہ نبیرہ بھی اسی ٹیکنیکی میں فارسی کی معلّم ہیں۔ آزاد صاحب لسانیات کے آدمی ہیں۔ ادب سے ان کی دلچسپی ثانوی اور واجبی ہے۔ ایک حقیقی اسکالر کی طرح وہ اپنا بیشتر وقت پڑھنے لکھنے میں ہی صرف کرتے ہیں۔ میں نے کبھی انھیں بیکار یا تفریحی مشغلوں میں وقت ضائع کرتے نہیں دیکھا۔ کتابوں سے انھیں عشق ہے۔ اس سلسلہ میں ایک واقعہ کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ گزشتہ جولائی میں وہ ایک پہاڑی مقام پر واقع آرام گھر میں آرام کرنے گئے۔ اتفاق سے میرے ایک سیلانی دوست نبی محمدوف بھی ادھر جا نکلے۔ واپس آئے تو مجھ سے بولے۔

"ارے بھائی آپ کے آزاد صاحب نے آرام کرنے کا نیا ڈھنگ نکالا ہے۔ وہ کتاب لے کر لیٹے۔ کتاب پڑھتے ہوئے نہاتے اور کتاب کو آغوش میں لے کر کھانا اور دھوپ کھاتے ہیں۔ یہ آرام کاری نہیں بلکہ آرام گھر میں اردو کاری ہے۔"

نبی جان صاحب اہل زبان کی طرح اردو بولتے اور نئے نئے فقرے تراشتے ہیں۔ بہر حال ذکر تھا آزاد صاحب کی محنت طلبی اور علم دوستی کا۔ وہ کوشش کرتے ہیں کہ اپنے شعبہ کے طلبہ اور رفقائے کار میں بھی علمی انہماک کی یہی روح پھونک دیں جو ان کی شخصیت کا جوہر ہے اور اس میں شک نہیں کہ ان کے دور میں شعبہ نے ترقی کی ہے۔ طلبہ کا معیار علم و آگہی بڑھا ہے۔ ڈسپلن بہتر ہوا ہے اور اساتذہ میں بھی کام کرنے کی لگن پیدا ہوئی ہے۔

ڈاکٹر آزاد پہلے سوویٹ اسکالر ہیں جنھوں نے اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالہ کے لئے دکھنی زبان کے لسانیاتی مطالعہ کو اپنا موضوع بنایا۔ ابھی تک ہندوستان میں بھی جدید لسانی علم کی مدد سے دکھنی زبان کی تشکیل اور ارتقا کا کوئی جامع مطالعہ نہیں ہوا ہے۔ آزاد صاحب تقریباً ایک سال ہندوستان (حیدرآباد) میں رہ کر اپنے کام کے سلسلہ میں مواد فراہم کرتے رہے۔ وہاں پروفیسر مسعود حسین خاں جیسے ماہر لسانیات کی رہنمائی میں انھوں نے اپنے کام کے نشیب و فراز سمجھے اور بہت سے مسائل پر ان سے روشنی حاصل کی۔

اپنے مقالہ میں انھوں نے کلاسیکی دکھنی (سترھویں صدی کی جنوبی ہندوستانی) کا مطالعہ کیا ہے۔ ابتدائی باب میں ڈاکٹر آزاد نے شمالی ہندوستانی زبانوں بالخصوص اردو اور ہندی کے نشو ونما کے سلسلہ میں دکھنی کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ زبانی ذریعہ اظہار کی حیثیت سے بھی دکھنی زبان کا کردار خاصہ اہم رہا ہے اسی کے وسیلہ سے جنوبی ہند آریائی اور دراوڑی لوگوں کے درمیان رابطہ بڑھتا رہا اور اسی اجنبی دراوڑی ماحول میں کھڑی بولی نے کافی مقبولیت حاصل کی جو بعد میں شمال سے جنوب تک بھی جانے والی "ہندوستانی" بن گئی۔

موصوف لکھتے ہیں:-

"خواہ وہ ادبی اردو ہو یا ادبی ہندی، دکنی زبان کو دونوں کی ماں کہا جا سکتا ہے۔ اگر اردو زبان نے بعد میں دکھنی کی مروجہ ادبی اصناف اور اسالیب کا فائدہ اٹھایا تو ہندی زبان کو دکھنی کی بدولت بڑا لغوی (LEXICAL) مواد ہاتھ آیا۔۔۔۔۔ ادبی ہندی کی نشو ونما میں بھی دکھنی ادبی روایت کی بڑی اہمیت رہی ہے۔ خاص طور پر گیت، دوہا، پہیلی جیسی ہندی اصناف سخن کے ارتقا میں دکھنی ادب نے اہم حصہ لیا ہے۔"

اس کے بعد ڈاکٹر آزاد نے اپنے مقالہ میں دکھنی زبان کی ابتدائی تشکیل اور ارتقا پر روشنی ڈالی ہے۔ لیکن ان کے مقالہ کا سب سے اہم باب سترھویں صدی کی دکھنی زبان کا تجزیاتی مطالعہ ہے۔ اپنے مطالعہ میں اگرچہ انھوں نے دکھنی زبان کے سولہ شاہکاروں کے متون کو پیش نظر رکھا ہے لیکن بیشتر مواد دراصل وجہی کی "سب رس" اور ابن نشاطی کی "پھول بن" سے ماخوذ ہے۔ ڈاکٹر آزاد نے ایک آزاد زبان کی حیثیت سے کلاسیکی دکھنی کا لغوی (LEXICAL) صوری و معنوی اور MORPHOLOGICAL تجزیہ جدید سائنٹیفک نقطۂ نگاہ سے کیا ہے۔ دکھنی زبان اور لسانیات سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے ان کا یہ مقالہ بڑی اہمیت کا حامل ہے جو امید ہے کہ آئندہ سال کے وسط تک ماسکو سے شائع ہو جائے گا۔

گزشتہ چند سال میں ڈاکٹر آزاد نے کئی دوسرے مقالے بھی لکھے ہیں مثلاً ایک مقالہ میں انھوں نے شمالی ہندوستانی اور دکھنی کے ایک ہزار ہم معنی الفاظ کا تقابلی مطالعہ کیا ہے اور مختلف جدولوں کے ذریعہ ان الفاظ کے معنویاتی SEMANTICAL تجزیہ کے نتائج دکھائے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ دکھنی کا ستر فیصد لغوی سرمایہ خالص ہندوستانی کے تتسم اور تدبھو الفاظ پر مشتمل ہے بیس فیصد الفاظ دراوڑی زبانوں سے ماخوذ ہیں۔ عربی اور فارسی الفاظ کی تعداد دس فیصد سے زائد نہیں۔ اسی طرح ان کا ایک دوسرا قابل قدر مقالہ امیر خسرو کی ہندی تخلیقات کا لسانیاتی مطالعہ ہے۔ موصوف نے امیر خسرو کی زبان کا تقابلی مطالعہ تین سو سال ان اور مشرقی و مغربی بولیوں کے بعض متون سے کیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اس دور کی "زبان دہلوی" بانگرو، کھڑی بولی اور برج بھاشا تینوں کے عناصر اپنے اندر رکھتی تھی۔

موصوف لکھتے ہیں:-

"اگرچہ امیر خسرو کی ہندی تصانیف کا مستند متن نہ ہونے سے یہ کوشش ناکام بھی سمجھی جا سکتی ہے

تاہم امیر خسرو کی زبان اور ان کے ہم عصری لسانی
مواد میں املائی صوری اور لغوی مشابہت قابل
تعجب ہے۔

ڈاکٹر آزاد نے ایک اہم مقالہ "دکھنی اور اردو کے بیچ کی ہندوستانی زبان" کے عنوان سے لکھا ہے۔ اس مقالہ میں موصوف نے دکھنی زبان کے بعض شاہکاروں اور سولھویں صدی سے اٹھارویں صدی تک کے شمالی ہند کی بعض اردو تصانیف کی زبان کا تقابلی مطالعہ کیا ہے اور دکھایا ہے کہ ابتدا میں شمالی اردو پر دکھنی کے اثرات کی کیا نوعیت تھی اور بتدریج یہ اثرات کس طرح کم ہوتے گئے۔ لسانیات کے مسائل پر چند اور مختصر مضامین بھی ڈاکٹر آزاد نے لکھے ہیں۔

آج کل موصوف دکھنی اردو شاعری کا ایک انتخاب مرتب کر رہے ہیں۔ دراصل ماسکو کا اشاعت گھر عنقریب کئی جلدوں میں اردو شاعری کا ایک جامع انتخاب شائع کر رہا ہے۔ دکھنی دور کی اردو شاعری کا انتخاب ڈاکٹر آزاد کے سپرد ہوا ہے اور وہ ان دنوں اسی کام میں مصروف ہیں۔

ڈاکٹر آزاد کو احساس ہے کہ شعبہ کا کتب خانہ طلبہ اور اساتذہ کی ضروریات کے لئے ناکافی ہے۔ نئی کتب و رسائل طلبہ کو بہت کم دستیاب ہو پاتے ہیں۔ کتب خانہ کو بہتر بنانے کی وہ برابر کوشش کر رہے ہیں، اگرچہ اس سلسلہ میں بہت سی دشواریاں (بالخصوص زرمبادلہ کی) حائل ہیں۔ اگر ہندوستان کے اردو ادیب ناشر اور مدیران جرائد اس طرف توجہ فرمائیں تو بہت اچھا ہو۔ کتب و رسائل کی ایک ایک جلد اگر وہ شعبہ کے کتب خانہ کے لئے بھیج سکیں تو یہ اردو کی بڑی خدمت ہوگی۔

پتہ یہ ہوگا: اورینٹل فیکلٹی ۴۹ نوائی اسٹریٹ، تاشقند، سوویٹ یونین

---ختم شد---



مترجم برہم ناتھ دت

# رگوید II ۲۸

## ورونا دیوتا

۱۔ نور مجسم، عاقل اکمل، صاحب عظمت، ورونا جو فضیلت میں سب سے زیادہ افضل ہے اپنے طاعت گزاروں پر خاص نظر عنایت رکھتا ہے۔ میں ان سے نیک نامی کا تمنائی ہوں۔

۲۔ عقیدت و عبودیت سے تیری حمد و ثنا کرتا ہوں، یقین ہے کہ تو میری دعا کو شرف قبولیت بخشے گا۔

۳۔ کرنوں کے نمودار روشنی کے ظہور پر روز بروز ہم تری مدح کرتے ہیں کہ ہمارے مویشی پھلیں پھولیں۔ اے ہمارے سالار، رہبر و حکمراں، ہم تری پناہ میں آئے ہیں۔

ادیتی کے فرزند ہم تیرے وفادار غلام ہیں۔ دیوتا تو اپنی دوستی سے نواز اور ہمارے گناہ معاف کر دے۔

۴۔ ندیاں جو ورونا کے حکم سے بہہ رہی ہیں۔ اس میں ادیتی کا کرم بھی شامل ہے۔

وہ نہ تو تھکاوٹ محسوس کرتی ہیں، نہ بہنے میں رکتی ہیں وہ پرندوں کی طرح تیز رفتاری سے رواں دواں ہیں۔

۵۔ گناہوں نے مجھے رسی کی طرح جکڑ رکھا ہے۔ اے ورونا مجھے رہائی دلا۔ ہم پھلیں پھولیں اور تیرے گھیرے میں رہیں۔ شعر کہتے ہوئے میرے خیالات کا دھاگا نہ ٹوٹے اور وقت سے پہلے میرے کاموں میں کوئی رکاوٹ نہ پڑے۔

۶۔ اے ورونا! ڈر و خوف میرے نزدیک نہ آئے۔ اے پاک و پاکیزہ خالق اسفورت سے مجھے اپنا لے۔ جس طرح رسی سے بچھڑے کو چھڑایا جاتا ہے اسی طرح مصائب سے مجھے رہائی دلا دے۔ اے مولا! تیرے بغیر تو میری اپنی آنکھوں کے ابرو بھی میرے نہیں ہیں۔

۷۔ جن مہلک ہتھیاروں سے اسر تیرے کہنے پر گنہگاروں کو مارتا ہے۔ اے ورونا! ہم پر انہیں استعمال نہ ہونے دینا۔ ہمیں روشنی سے اندھیرے میں جانے سے روکنا، ہمارے حاسدوں اور بدخواہوں کو تتر بتر کر دینا تاکہ ہم آرام سے رہ سکیں۔

۸۔ اے عظیم دیوتا، پچھلے وقتوں کی طرح، حال و مستقبل میں ہم لوگ تیری عظمت کے گیت گاتے رہیں گے۔ اے ناقابل تسخیر دیوتا، تیرا نام پہاڑ کی طرح استواری سے ہمارے دل میں جڑا ہوا ہے۔

۹۔ میں نے جو گناہ کئے ہیں ان سے مجھے نجات دلا دے۔ اے مالک دو جہاں دوسروں کے گناہوں کی پاداش سے بھی مجھے بچائے رکھ۔ جتنے دن ہم نے اور جیا ہے، اے ورونا اس آشا میں ہماری رہنمائی کرتا رہ۔

(باقی صفحہ ۔۔۔ پر)

ا۔ بے پایاں۔ ۲۔ جن

## مراسلات

# اردو اکاڈمی کے ذریعہ اردو کی مدد

حکومت اترپردیش نے اردو اکاڈمی قائم کرنے کے بعد اس کے لئے بجٹ کا اعلان کیا ہے ایک لاکھ روپیہ اردو ادیبوں کی کتابوں پر انعام کے لئے ہے اور ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ دار المطالعوں اور لائبریریوں کی امداد کے لئے اور دفتری اخراجات کے لئے تین لاکھ پچاس ہزار روپیہ۔ ہر چہار جانب سے تحسین و آفرین کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ اس میں کون سی بات نئی ہے۔ اردو کتابوں پر انعامات زمانہ دراز سے یو۔پی بجٹ کا جزو رہے ہیں اور اردو دار المطالعوں اور لائبریریوں کی امداد کا ضابطہ بھی بہت پرانا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے بجٹ میں انعامات کی مد میں زبان ہندی لکھ کر یہ لکھ دیا جاتا تھا کہ دوسری زبانوں کی کتابوں پر بھی انعامات دئے جا سکتے ہیں اردو کا نقطہ "نسخ" (ممنوع) تھا اب اردو کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح ضلع پریشد کے قیام سے قبل میں نے ضلع پلاننگ کمیٹی میں اپنے ضلع کے دار المطالعہ اور لائبریری کے لئے جو زیر اہتمام انجمن ترقی اردو قائم ہے ایک ہزار روپیہ اردو کی کتابوں کے لئے مانگا۔ بعض لوگوں نے اعتراض کیا اور تجویز کیا کہ ہندی کی کتابیں بھی رکھی جائیں میں نے انکار کیا اور کہا کہ یہ اردو لائبریری ہے معاملہ گورنمنٹ کو بھیجا گیا تو وہاں سے ایک سخت جواب آیا کہ ایسے معاملے میں دریافت کرنے کی کیا ضرورت تھی گورنمنٹ کی پالیسی کا بار بار اعلان ہو چکا ہے کہ اردو لائبریریوں اور دار المطالعوں کو امداد دی جا سکتی ہے۔ رہا دفتر کا قیام اور اس کا خرچ تو یہ حکومت کے نظم و نسق کا مسئلہ ہے اس لئے اگر صرف الفاظ سے اردو وال طبقہ کو مطمئن کرنے کا ارادہ ہے تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ہم ایسے بھولے نہیں ہیں، ہم بھی دماغ رکھتے ہیں۔

اسمبلی میں اردو پر جو بحث ہوئی وہ افسوسناک حد تک سطحی تھی جن بزرگوں نے اردو کی حمایت کی انھوں نے اردو کے مسئلے سے اپنی عظیم ناواقفیت کا اظہار کیا حکومت کا جو جواب تھا وہ یا تو نہ جانے پر مبنی تھا یا تجاہل عارفانہ تھا۔ جہاں تک میں نے سوچا اور سمجھا ہے تریپاٹھی گورنمنٹ اردو کے بارے میں قدیم روش سے بال برابر بھی نہیں ہٹی ہے اور اسمبلی میں جن سنگھ کی جانب سے جو شور و غل کیا گیا تھا وہ نمائشی تھا جن سنگھ بھی اس پالیسی سے انحراف نہیں کرے گی اگر اس کا راج ہو جائے، جو کار فرما ہے۔ اور وہ پالیسی یہ ہے کہ اردو کو عربی، فارسی کی طرح ایک کلاسیکی زبان بنا دیا جائے۔ اور اردو ادیبوں کی منھ بھرائی کر کے اس پر ایک بھاری پردہ ڈال دیا جائے۔ لیکن اردو کا مسئلہ ادیبوں اور شاعروں تک محدود نہیں ہے یہ عوام کا مسئلہ ہے جس کی کثیر تعداد اردو بولتی اور سمجھتی ہے اور اس سے پیار کرتی ہے۔

## اردو کے لئے ایک مثبت پالیسی کی ضرورت

اس لئے اگر تریپاٹھی گورنمنٹ واقعی اردو کے ساتھ انصاف کرنا چاہتی ہے تو اسے اردو کے بارے میں ایک مثبت پالیسی ہمت اور دلیری کے ساتھ اختیار کرنی چاہئے اور ایم۔ایل۔اے اور ایم۔پی صاحبان سے گزر کر انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ کو مطمئن کرنا شعار بنانا چاہئے، سوال اردو ادیبوں اور اردو کتب خانوں کی امداد کا نہیں سوال اردو کی تعلیم اور اس کے چلن کا ہے ابھی تک تریپاٹھی گورنمنٹ نے ادھر کا رخ بھی نہیں کیا ہے قدم اٹھانا تو دور کنار صرف اس کا اقرار کافی نہیں ہے کہ اردو کے ساتھ ناانصافی ہوئی ہے اس کی ایماندارانہ و مخلصانہ تلافی کی ضرورت ہے۔ میں تریپاٹھی گورنمنٹ اور ان تمام لوگوں سے جو یہ ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں کہ موجودہ کانگریس گورنمنٹ اردو کو جملہ حقوق دے رہی ہے (بلاشبہ ان لوگوں سے نہیں جو اردو کے خون سے اپنے مستقبل کا محل تعمیر کرنا چاہتے ہیں) حسب ذیل سوالات کرنا چاہتا ہوں۔

(۱) کیا یو۔پی گورنمنٹ اس پر رضامند ہے کہ جو مراعات و حقوق (خواہ وہ کتنے ہی ناکافی ہوں) خود اس گورنمنٹ نے دئے ہیں ان کا منجانب صدر جمہوریہ آرٹیکل ۳۴۷ دستور ہند میں اعلان ہو جائے۔ اگر راضی ہے تو وزیر اعلیٰ یا وزیر تعلیم اس پر واضح بیان دے دیں۔ آخر جو حقوق ہم کو مل چکے ہیں اور حاصل ہیں ان کو قانونی شکل دینے میں کیا قباحت ہے!

(۲) حکومت کے اعلانیہ میں ہے کہ اردو میں درخواستیں کچہریوں میں دی جا سکتی ہیں دفتروں میں دی جا سکتی ہیں اردو دستاویزات کا ہندی ترجمہ ضروری نہیں ہے دستاویزات اردو میں رجسٹری کئے جا سکتے ہیں اور اردو کی درخواستوں کا اردو میں جواب دیا جائے ہائی کورٹ رولس مسول ہائیکورٹ رولس کرمنل اور ریونیو کورٹ مینول میں مناسب ترمیمات بھی ہو چکی ہیں لیکن ان میں سے کسی پر عملدرآمد نہیں ہو رہا ہے کیوں؟ اس لئے کہ حکام اور افسران اردو نہیں جانتے، بار بار مطالبے کے باوجود بھی حکومت نے اس کا کوئی انتظام کیا۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ کسی کو ملازمت میں مستقل نہ کیا جائے جب تک وہ اردو کا ایک معمولی امتحان پاس نہ کرے۔ کیا اس کے سوا اور کوئی چارہ ہے اور اگر یہ منظور نہیں ہے تو تریپاٹھی گورنمنٹ نے اس مسئلہ کا کیا حل سوچا ہے یا غرض صرف یہ ہے کہ اعلان صرف کاغذ تک محدود رہے عمل میں نہ آوے۔

(۳) اسی طرح تعلیم کے مسئلہ میں کیا وجہ ہے کہ اردو میں ٹریننگ لینے کا بہت پرانا مطالبہ وہیں ہے جہاں پہلے تھا ایک بھی ٹیچر اردو

پڑھانے کے لئے ٹرینڈ نہیں کیا جا رہا ہے۔ کیا اردو کی تعلیم بلا ٹیچر کے ہو جائے گی۔ ابھی تک تو انھیں پرانے ٹیچروں سے کام چل رہا ہے جو انگریز کے زمانہ میں بلا ہندی اردو دونوں پڑھانے کی قابلیت حاصل کئے مستقل ہی نہیں کئے جاتے تھے۔ اب وہ مر کر ختم ہو رہے ہیں۔ کیا صرف زبانی اعلانات سے بلا ٹیچروں کے تعلیم ہو جائے گی۔ پھر بھی کاسدیان حکومت یہی شور مچا رہے ہیں کہ اس گورنمنٹ میں اردو سدرۃ المنتہیٰ پر جا رہی ہے۔

(۴) یہ بھی اعلان ہو چکا ہے کہ ثانوی سطح پر اردو کو ذریعہ تعلیم بنایا جا سکتا ہے۔ یہ اعلان بھی اور دوسرے حقوق و مراعات کی طرح ٹھرانا ہے لیکن کیا گورنمنٹ نے ثانوی سطح کی کتابیں مہیا کرنے اور ان کے لئے ٹیچر فراہم کرنے کے لئے کوئی قدم اٹھایا؟

یہ تو ہوئیں وہ چند باتیں جو پرانی تھیں اور جن پر عمل درآمد کرنا تھا۔ اور جن میں سے کسی ایک کے بارے میں کوئی قدم اٹھایا نہیں گیا اور نہ کوئی نئی بات کی گئی ایک کام تریا لخی گورنمنٹ نے البتہ کیا ہے اور جس سے اردو کو سخت دھکا لگنے کا اندیشہ ہے ابھی حال میں ایک امدادی کالج نے اردو کی تعلیم دینے سے انکار کیا۔ کسی نے اسمبلی میں سوال کر دیا تو وزیر تعلیم نے یہ جواب دیا کہ یہ غیر سرکاری اسکول آزاد ہیں کہ جو چاہیں وہ پڑھائیں غالباً تریا لخی گورنمنٹ کو یہ بتانے کی ضرورت نہ ہو کہ ہر ضلع میں صرف ایک گورنمنٹ ہائی اسکول یا انٹر کالج ہوتا ہے بقیہ سب امدادی اسکول ہیں اور گاؤں گاؤں قائم ہوتے چلے جا رہے ہیں اب ان سب سے موجودہ گورنمنٹ نے اردو کو خارج کر دیا۔ یہ تمام امدادی اسکول صرف نہیں اور سرکاری امداد سے چلتے ہیں اور قدم قدم پر ان کے نظم و نسق میں گورنمنٹ کی مداخلت ضوابط میں اس وجہ سے منظور شدہ ہے کہ وہ امداد پاتے ہیں کسی انتظامیہ کمیٹی کو اختیار نہیں ہے کہ وہ کسی ٹیچر کو برخاست کر دے یا ترقی دے سب کی اپیل سرکاری حکام کے ہاں ہے ٹائم ٹیبل تک انسپکٹر کی منظوری کا محتاج ہے۔ اردو ہی کے معاملہ میں یہ ادارے اس درجہ آزاد کیسے ہو گئے اب تک تو بہت سے اسکول اردو اس وجہ سے پڑھاتے تھے کہ حکومت کے قانون کی پابندی لازمی سمجھتے تھے صرف خال خال ایسے شوریدہ سر تھے جو اردو سے اجتناب کرتے تھے مگر وہ بھی حیلہ و بہانہ و تدبیر سے کھلم کھلا کوئی اردو پڑھانے سے انکار نہیں کرتا تھا۔ اب اس حکومت نے گویا اشارہ کر دیا کہ بند کر دو اردو کی تعلیم کو۔ اردو والوں کا مطالبہ عرصہ دراز سے رہا ہے کہ جو امدادی اسکول اردو پڑھانے سے انکار کرے اس کی امداد بند کر دی جائے۔ یا حکومت قواعد و ضوابط میں ترمیم کر کے بہ اختیار خود اردو کی تعلیم منتظمین کے بالائے سر جاری کرائے آج سے پہلے حکومتیں آئیں اور گئیں۔ اردو دوست تو کوئی بھی نہ تھی اردو کے ساتھ انصاف کرنے کا جذبہ بھی کسی میں نہ تھا لیکن اگر کسی حکومت نے ہمارے اس مطالبے کو منظور نہیں کیا تو یہ بھی نہیں کیا کہ ایسا نہیں ہو سکتا ہے صرف یہی حکومت ہے جس نے امدادی اسکولوں کو اردو نہ پڑھانے کی کھلی چھوٹ دے دی ہے۔ یہ اعلان ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ کے بنیادی فیصلوں کے بھی خلاف ہے جس کا علم گورنمنٹ اپنے قانونی مشیروں سے بھی حاصل کر سکتی ہے یہی ایک تحفہ ہے جو اردو کے کاز کو موجودہ گورنمنٹ نے دیا ہے ؎

اقربا میرے کریں خون کا دعویٰ کس پر
وہی قاتل وہی شاہد وہی منصف ٹھہرا

• محمد عدیل عباسی

## ایک استفسار

مقدمہ شعر و شاعری میں مولانا حالی نے "زبان کو درستی کے ساتھ استعمال کرنا" کے زیر عنوان لکھا ہے کہ

"لکھنؤ میں ایک صاحب نے ۱۸۹۰ء میں ایک رسالہ شعر و سخن کے متعلق لکھا ہے اس میں کچھ اوپر پچاس لفظ ایسے لکھے ہیں جن کو خود صاحب رسالہ اور اہل لکھنؤ واجب الترک خیال کرتے ہیں۔"

مولانا حالی نے اس رسالہ کے نظریات اور فہرست متروکات کے متعلق کافی بحث کی ہے مگر رسالہ کے نام اور مصنف کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے اور نہ انتھک جستجو کے باوجود مجھے کچھ پتہ چل سکا۔ مجھے اس حوالے کی اشد ضرورت ہے اردو کے محققوں اور دانشوروں سے گزارش ہے کہ وہ رسالہ کے نام اور مصنف کی نشاندہی فرما کر ممنون کریں اور اگر کہیں یہ رسالہ موجود ہو تو پتہ بھی تحریر فرمائیں۔

• شہاب الحق عدم
پل غلام حسین لکھنؤ

# معیاری ادب

مکتبہ جامعہ نے فوٹو آفسیٹ کے ذریعہ نہایت اہتمام اور خوب صورتی کے ساتھ معیاری ادب کی کتابیں زیادہ سے زیادہ صحتِ متن کے ساتھ شائع کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہے تاکہ عوام اور خاص طور سے طلبہ اور تحقیقی کام کرنے والے ان سے پورے اعتماد کے ساتھ فائدہ اٹھا سکیں۔

حکومت جموں و کشمیر کے تعاون کی وجہ سے ان کی قیمتیں بھی مقابلتاً کم رکھی گئی ہیں۔ اب تک اس سلسلے کی مندرجہ ذیل کتابیں شائع ہو چکی ہیں:

| | | مرتب | لائبریری اڈیشن | طلبہ اڈیشن |
|---|---|---|---|---|
| ۱ | مقدمہ شعر و شاعری | رشید حسن خاں | ۳/۴۰ | ۲/۶۰ |
| ۲ | انتخاب سراج اورنگ آبادی | ڈاکٹر محمد حسن | ۱/۷۰ | ۱/۲۰ |
| ۳ | موازنۂ انیس و دبیر | رشید حسن خاں | ۴/۲۵ | ۳/۲۵ |
| ۴ | انتخاب مراثی (انیس و دبیر) | 〃 | ۴/- | ۳/- |
| ۵ | انتخاب نظیر اکبرآبادی | 〃 | ۴/۴۰ | ۳/۴۵ |
| ۶ | نیرنگ خیال | مالک رام | ۲/۳۰ | ۱/۹۰ |
| ۷ | فسانۂ آزاد (تلخیص) | ڈاکٹر قمر رئیس | ۷/۵۰ | ۶/۲۰ |
| ۸ | فردوس بریں | 〃 | ۲/۶۰ | ۲/۱۰ |
| ۹ | شریف زادہ | 〃 | ۳/- | ۲/۵۰ |
| ۱۰ | حیات سعدی | رشید حسن خاں | ۴/- | ۲/۲۵ |
| ۱۱ | انتخاب اکبر الہ آبادی | ڈاکٹر صدیق الرحمٰن قدوائی | ۲/۵۰ | ۲/- |
| ۱۲ | انتخاب میر | ڈاکٹر محمد حسن | ۴/۵۰ | ۳/۶۰ |
| ۱۳ | دیوان درد | رشید حسن خاں | ۳/۲۰ | ۲/۷۵ |
| ۱۴ | مجالس النساء | صالحہ عابد حسین | ۳/- | ۲/۵۰ |
| ۱۵ | انتخاب مضامین شبلی | رشید حسن خاں | ۸/۵۰ | ۷/- |
| ۱۶ | امراؤ جان ادا | ڈاکٹر محمد حسن | ۷/۵۰ | ۶/- |
| ۱۷ | یادگار غالب (حصہ اردو) | مالک رام | ۶/۵۰ | ۵/۵۰ |
| ۱۸ | یادگار غالب (حصہ فارسی) | 〃 | ۸/- | ۶/۵۰ |
| ۱۹ | مثنوی گلزار نسیم | رشید حسن خاں | ۳/- | ۲/۵۰ |
| ۲۰ | گذشتہ لکھنؤ | 〃 | ۱۰/- | ۸/۵۰ |
| ۲۱ | فسانۂ مبتلا | ڈاکٹر صدیق الرحمٰن قدوائی | ۶/- | ۵/- |
| ۲۲ | انتخاب دلی | ڈاکٹر سید ظہیر الدین مدنی | ۳/- | ۲/۵۰ |

## مکتبہ جامعہ لمیٹڈ

نئی دہلی ۲۵ ، دہلی ۶ ، بمبئی ۳ ، علی گڑھ ۲

## اخبار و اذکار

## اردو اکاڈمی ٹھوس علمی کاموں پر توجہ کرے

لکھنؤ ۔ ریکانسٹرکشن آف انڈیا سوسائٹی کے عام ممبروں کے جلسے نے جو کل یہاں جناب اعزاز رضوی کی صدارت میں ہوا درج ذیل تجاویز منظور کیں۔

یہ جلسہ حکومت یوپی کے اس اعلان کا خیر مقدم کرتا ہے کہ اردو زبان کی ترقی میں مدد دینے کے لئے اردو اکاڈمی کا قیام عمل میں لایا گیا لیکن یہ جلسہ اس پہلو پر زور دیتا ہے کہ اردو اکاڈمی کی طرف سے جو مالی امداد دی جائے وہ شعر و ادب یا تفریحی نوعیت کے ادب کے لئے نہ ہو بلکہ ٹھوس علمی موضوعات پر کام کرنے والے افراد اور اداروں کے لئے مخصوص رکھی جائے خصوصیت کے ساتھ دارالمصنفین اعظم گڑھ کی مستقل امداد منظور کی جائے اور ہندوستانی اکاڈمی (الہ آباد) کے اردو شعبے کو از سر نو زندہ کیا جائے اور اس کے علمی ترجمان "ہندوستانی" کو پھر سے جاری کیا جائے اس کے علاوہ یو۔پی کی تاریخی اور تہذیبی زندگی کے بارے میں مستند تصانیف کی ہمت افزائی کی جائے۔

• قومی آواز لکھنؤ

## ہندی کتابوں کی اردو میں اشاعت ہونی چاہیے

لکھنؤ ۔ اردو سماج رجسٹرڈ کے زیر اہتمام گذشتہ سنیچر کو شب افسانہ اور شعری نشست میں ادارہ کی پہلی اشاعتی تخلیق "ادب اور رس" کی رسم اجرا کرتے ہوئے میئر ڈاکٹر داؤجی گپتا نے ہندی والوں کو مشورہ دیا کہ جس طرح یہ ادارہ اردو شعرا کا کلام فارسی اور ناگری رسوم خط میں ایک ساتھ شائع کر رہا ہے اسی طرح وہ بھی ہندی شعرا کے کلام کو ناگری اور فارسی رسوم خط میں شائع کریں۔ انھوں نے اردو سماج کے اس اقدام کو سراہتے ہوئے کہا کہ اس طرح سے ہندی اور اردو کے ادبا و شعرا کے درمیان قربت اور یگانگت میں مزید اضافہ ہوگا۔

• قومی آواز لکھنؤ

## اردو کی ترقی اور حفاظت ایک قومی فرض ہے

گورکھپور ۔ کانگریس اقلیت مورچہ کے زیر اہتمام بنگلہ دیش اور قومی ایکتا کنونشن کے کھلے اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے ریاستی کانگریس کمیٹی کی صدر ڈاکٹر راجندر کماری باجپئی نے اقلیتی مسائل کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اردو کے لئے مطالبہ کرنے والوں کو فرقہ پرست نہیں کہا جا سکتا کیونکہ یہ ہماری اور آپ سب کی زبان ہے اور دستور نے اسے منظور کیا ہے۔ کنونشن کے اس اجلاس میں مجلس عاملہ کمیٹی سے پاس شدہ ذیل کی تجویز کی توثیق کی گئی۔

اردو ہمارے ملک کا ایک قیمتی جیتا جاگتا سرمایہ ہے جس کو نہ صرف زندہ رکھنا بلکہ اس کی ترقی و ترویج کے لئے ہر ممکن کوشش کرنا ہر محب وطن کا فرض ہونا چاہیے جہاں تک اردو کی شاعری اور ادبی معیار کا تعلق ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ اردو اپنی ہمعصر زبانوں میں ادبی ہمہ گیری میں کسی سے بھی کم نہیں ہے لیکن اب اس کی ترقی کے لئے بہت ضروری ہے کہ موجودہ علم و فنون کی کتابیں لکھی جائیں اور پھر وہ اسکولوں اور کالجوں میں استعمال میں لائی جائیں تاکہ اردو کا شمار زندہ زبانوں میں باقی رہے۔

• قومی آواز لکھنؤ

## قومی ایکتا کنونشن

گورکھپور ۔ کانگریس اقلیتی مورچہ کی جانب سے آج بنگلہ دیش و قومی ایکتا کنونشن کے سلسلے میں ٹاؤن ہال میں ادبی و صحافتی کنونشن زیر صدارت نائب وزیر صوبائی جناب ام کشن دویدی منعقد ہوا۔

کنونشن کے کنوینر ایم کوٹھیا دی راہی نے اپنا مضمون "ادب کا مستقبل کیا ہوگا" پڑھا۔ جس میں انھوں نے کہا ہے کہ بنگلہ دیش کا معاملہ سنگین ۔ کے فرقہ وارانہ فسادات سے کہیں زیادہ سنگین و پُر الم ہے۔ پھر بھی اس المیہ پر ادیبوں اور شاعروں نے اتنی توجہ نہیں دی جتنی کر دینی چاہیے تھی۔

اس کے بعد جناب حیات اللہ انصاری مائیک پر تشریف لائے اور کہا کہ ترقی پسند تحریک کمیونسٹ پارٹی کے پرچار کا کام کرتی رہی ہے۔ اور جب لوگ اس سے اکتا گئے تو کچھ لوگ جدیدیت کا نام لے کر میدان میں آگئے۔ انصاری صاحب نے جدیدیت کے متعلق کہا کہ جدیدیت عمل کے لحاظ سے واہیات ہے مگر اصولی اعتبار سے ٹھیک ہے۔ اس کی بعض چیزیں قابل قدر ہیں۔ مگر اس کے نام پر لوگ نوے فیصدی لایعنی باتیں بکتے ہیں۔ ان کی کہانی ان کی شاعری زیادہ دنوں تک چلنے والی نہیں ہے۔

ڈاکٹر سلام سندیلوی نے اپنا مضمون "ادب کا موضوع" کے عنوان سے پڑھا۔ انھوں نے کہا کہ ادیب یا شاعر اپنے ملک اور اپنے عہد سے گریز نہیں کر سکتا۔ اردو ادب نے ہمیشہ اپنے عہد کی عکاسی کی ہے جب چین یا پاکستان نے ہم پر حملہ کیا تو اردو شعراء خاموش نہیں رہے آج جب ہندوستان میں بنگلہ دیش کا تباہ کن مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا ہے اس وقت بھی اردو ادیب اور شاعر اپنے جذبات کا بھرپور اظہار کر رہے ہیں۔

پیام گورکھپوری نے "بنگلہ دیش اور صحافیوں کا فرض"

کے عنوان سے اپنا مضمون سنایا جس میں اس سے بحث کی گئی ہے کہ ہم نے ان کے لئے کیا کیا۔ کیا اپنے ملک کی آزادی کے لئے لڑنے والوں کو ہمیشہ کے لئے خاموش کیا جا سکتا ہے جمہوریت اور انسانی حقوق کے لئے اٹھنے والی آوازیں کبھی خاموش نہیں کی جا سکتیں۔ محترمہ سلطانہ حیات اور آر۔ جی۔ تریاٹھی نے بھی اس موضوع پر تقریر کی۔ اس کے بعد بنگلہ دیش کی تحریک آزادی کی حمایت میں ایک تجویز باتفاق رائے منظور کی گئی۔

اس تجویز کے بعد صدر جلسہ جناب رام کرشن دویدی نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا کہ حکومت کو چاہئے کہ وہ ہمارے ادیبوں اور صحافیوں کو غیر ممالک کا دورہ کرائے اور ان سے اپنی عامہ کے حصول میں مدد لے۔ شری دویدی نے ادیبوں اور شاعروں سے اپیل کی کہ وہ بنگلہ دیش کے مسائل کو حل کرنے میں اپنے قلم کی طاقت سے کام لیں۔

• جنیش اشک

## انجمن تعمیر اردو کا تعزیتی جلسہ

دہلی:۔ اردو بانی اردو بازار دہلی میں انجمن تعمیر اردو کی ایک تعزیتی نشست حضرت عارف عباسی مرحوم اور ڈاکٹر سید محمود مرحوم کے انتقال کے سلسلہ میں منعقد ہوئی جس میں مرحومین کی خدمات کو سراہا گیا اس کے بعد متفقہ طور پر ایک تعزیتی قرارداد پاس کی گئی۔

• قمر سنبھلی سکریٹری

## اردو کی ہمت افزائی کے لئے چیف منسٹر کا تیقن

حیدرآباد:۔ چیف منسٹر آندھرا پردیش جناب پی وی نرسمہا راؤ نے جو خود ایک ماہر لسانیات ہیں یہاں تیقن دیا کہ ریاست میں اردو زبان کی ترقی و بقا کے لئے ہر طریقہ سے ہمت افزائی کی جائے گی انھوں نے کہا کہ اردو ذریعۂ تعلیم طلبہ کے لئے حکومت مزید اردو میڈیم کالجس یا جماعتیں قائم کرنے میں کوئی پس و پیش نہیں کرے گی انھوں نے کہا کہ تاہم اس بات کا دارو مدار ہائی اسکولس سے کامیاب ہونے والے اردو میڈیم کے طلبہ کی تعداد پر ہے۔ اس وقت بھی اردو کی ہمت افزائی کی جا رہی ہے زبان ذریعۂ تعلیم ہونے کے باعث عدالتوں میں اور بعض خصوصی علاقوں میں انتظامی سطحوں پر بھی استعمال کی جاتی ہے۔

• سیاست حیدرآباد

## اردو کو جائز مقام ملنا چاہیئے

حیدرآباد:۔ گورنر مہاراشٹر جناب علی یاور جنگ نے اردو کی ترقی اور اس زبان کو اس کا جائز مقام دینے میں آندھرا پردیش اور مہاراشٹر کی پالیسی کی ستائش کی جناب علی یاور جنگ تنقیدی انداز اختیار کرتے ہوئے کہا لیکن حکومت اتر پردیش اردو سے سوتیلی ماں جیسا برتاؤ کر رہی ہے گورنر مہاراشٹر آج شام مولانا ابو الکلام اور نیشنل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ باغ عامہ میں ان کے اعزاز میں منعقدہ خیر مقدمی تقریب سے مخاطب تھے۔

• رہنمائے دکن

## سٹی کالج میں اردو میڈیم جماعتوں کے قیام کا مطالبہ

حیدرآباد:۔ طلبہ لیڈر مرسی رضا حسین آزاد صدر عثمانیہ یونیورسٹی ڈگری کورس اسٹوڈنٹس کونسل ڈی۔ وی۔ جنا پی رمبا ریڈی، عظیم الدین اور گوپال ریڈی نے ایک بیان میں سٹی کالج میں ڈگری کی سطح پر اردو ذریعہ تعلیم جماعتوں کے قیام کے لئے حکومت سے مطالبہ کیا ہے۔ بیان میں کہا گیا ہے کہ سٹی کالج میں ڈگری کورس کی سطح پر تلگو اور انگریزی میڈیم کے قیام کا حکومت نے اعلان کیا لیکن اردو کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

• سیاست حیدرآباد

(باقی صفحہ ۵ سے آگے)

۱۰۔ اے شاہ دو جہاں! دوست ہو یا لواحق، جو بھی سپنے کی باتیں سنا سنا کر ہمیں ڈراتے ہیں۔
بھیڑیا یا لٹیرا جو جان بوجھ کر ہمیں نقصان پہنچاتا ہے ان سے ہماری حفاظت کرنا۔
۱۱۔ اے دو جہاں میری زندگی میں وہ وقت نہ لانا کہ میں کسی دولت مند مخیر عزیز دوست کی رسوائی و بدحالی کو دیکھوں۔
اے والئ دو جہاں مجھے اپنی جائز ضروریات کے لئے دولت کی کمی محسوس نہ ہو اور میں غازی مردوں کی محفل میں سر بلند ہو کر باتیں کروں۔

# اردو گھر فنڈ

(گذشتہ سے پیوستہ)

تین روپے بھیجنے والے معطی

۱۔ محترمہ سیما خانم صاحبہ

دو روپے بھیجنے والے معطیوں کے نام

۲۔ „ زینت آرا بیگم صاحبہ ۳۔ سیما کماری صاحبہ
۴۔ „ اختری بیگم „ ۵۔ خیر النساء „
۶۔ „ حنیفہ خاتون „ ۷۔ „ سلمیٰ جمال „
۸۔ „ شکیلہ عثمان „ ۹۔ „ فیروزہ انصاری „
۱۰۔ „ حسنیٰ آرا „

ایک روپیہ دینے والے معطیان

۱۱۔ „ رضیہ سلطانہ „ ۱۲ محترمہ قمر النساء صاحبہ
۱۳۔ „ رضیہ خاتون „ ۱۴۔ „ رضیہ بیگم „
۱۵۔ „ زیب النساء „ ۱۶۔ „ زبیدہ خاتون „
۱۷۔ „ آمنہ خاتون „ ۱۸۔ „ شاہدہ پروین „
۱۹۔ „ عفت آرا „ ۲۰۔ „ نجمہ ثاقب „
۲۱۔ „ رابعہ بیگم „ ۲۲۔ „ نجمہ بیگم „
۲۳۔ „ سکینہ خاتون „ ۲۴۔ „ فاطمہ خاتون „
۲۵۔ „ نسیم بانو „ ۲۶۔ „ رابعہ خاتون „
۲۷۔ „ حنیفہ خاتون „ ۲۸۔ „ شکیلہ بانو „
۲۹۔ „ عائشہ بی بی „ ۳۰۔ „ شیدا خاتون „
۳۱۔ „ سلمیٰ حمید „ ۳۲۔ „ صغرہ شمیم „
۳۳۔ „ شہناز بانو „ ۳۴۔ „ رضیہ سلطانہ „
۳۵۔ „ حمیدہ خاتون „ ۳۶ „ شاہجہاں آرا خانم „
۳۷۔ „ رخسانہ پروین خانم „ ۳۸۔ „ آمنہ خاتون „
۳۹۔ „ امین النساء „ ۴۰۔ „ تربیت النساء „
۴۱۔ „ آمنہ خاتون „ ۴۲۔ „ سکینہ بیگم „
۴۳۔ „ فاطمہ بی بی „ ۴۴۔ „ نجمہ خاتون „
۴۵۔ „ شہیدن بی بی „ ۴۶۔ „ بیگم رفیق „
۴۷۔ „ حسین آرا „ ۴۸۔ „ روشن نصیر „
۴۹۔ „ سیم النساء „ ۵۰۔ „ صبیحہ خاتون „
۵۱۔ „ صالحہ اختری „ ۵۲۔ „ نور النساء „
۵۳۔ „ رابعہ خاتون „ ۵۴۔ „ زرینہ بیگم „
۵۵۔ „ سیر النساء „ ۵۶۔ „ نور جہاں „
۵۷۔ „ سکینہ بی بی „ ۵۸۔ „ وحیدن بی بی „
۵۹۔ „ میر النساء بیگم „ ۶۰۔ „ شاہدہ خاتون „
۶۱۔ „ رخسانہ بانو „ ۶۲۔ „ ناہید سلطانہ „
۶۳۔ „ شاہدہ خاتون „ ۶۴۔ „ آسندہ بانو „
۶۵۔ „ حسن ممتاز „ ۶۶۔ „ نور النساء „
۶۷۔ „ سیم النساء „ ۶۸۔ „ ام الورا „
۶۹۔ „ سائرہ بی بی „ ۷۰۔ „ بدر النساء „
۷۱۔ „ قیصر نساء „ ۷۲۔ „ حسن بانو „

۷۳۔ جناب ادیب آزاد ۔ آمنی گر چلے سیکنڈ ہیر و دار ۔ ۱۰/۔ روپیہ
۷۴۔ „ ڈاکٹر گیان چند جین ۔ صدر شعبۂ اردو ۔ جموں ۔/۶۰ „
۷۵۔ „ سید خدا حسین ایم ۔ اے ۔ جاوید منزل لکھنؤ ۔/۵ „

| | |
|---|---|
| میزان حال | ۱۰۷۷—۰۰ |
| سابق میزان | ۱۶۱۷۵—۸۱ |
| میزان کل | ۱۷۲۵۲—۸۱ |

## تبصرے

ڈاکٹر ناظر حسین نقوی

**قدر سخن ۔ قدر عریضی**

دفتر ادارہ قدر ادب ۶-۴۲۶-۵۰۳ باغ فریدون جاہ

حسینی علم روڈ۔ حیدرآباد ، قیمت ۲ روپے

جناب قدر عریضی حیدرآباد کے کہنہ مشق شاعر ہیں، زیرتبصرہ مجموعہ ان کی ان غزلیات پر مشتمل ہے جن کی ردیف کے آخری حروف ا تا م ہیں۔ قدر صاحب نے جس زمانے اور جس ماحول میں آنکھیں کھولیں اس زمانے اور اس ماحول میں صنف غزل تفریح طبع اور کرتب بازی کا شکار ہو چکی تھی اور اس سے غزل کے وہ اوصاف جو غزل کو جان سخن بنائے رکھنے میں ایک ایک کرکے رخصت ہوتے جا رہے تھے۔ ایسے زمانے اور ماحول کا اثر ان کی شاعری پر بھی پڑا۔ لیکن یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ انھوں نے اپنے ذاتی احساس و فکر کو زندہ اور تابناک رکھنے کے لئے بڑی کاوش اور دیدہ ریزی کا ثبوت دیا ہے۔ مندرجہ ذیل اشعار کے مطالعہ سے ہماری بات کی تصدیق ہو سکتی ہے۔

جگہ جگر پہ دئے تونے اس قدر دھوکے
ترا مقام اب آنکھوں میں اے نظر نہ رہا

---

کسی کی رات اندھیرے میں کٹ گئی ساری
کسی نے صبح سے روشن چراغ شام کیا

---

یہ دونوں ہی منزل پہ پہنچے مگر
غبار اڑ گیا کارواں رہ گیا
زندگانی رفتہ رفتہ ختم جب ہونے لگی
کارواں عمر منزل آشنا ہونے لگا

---

فریب منزل ہستی ارے معاذاللہ
جو راستی پہ تھے خود ان کو راستہ نہ ملا
وقت سے فائدہ اٹھا لیکن وقت کا کوئی اعتبار نہ کر
نغمۂ زندگی ہے تلخ اور پھر اس کے باوجود
نغمۂ ہر نفس سے ہم چھیڑ رہے ہیں دل کے ساز
فریب خوردہ ہستی ہیں اور کچھ بھی نہیں
نفس نفس کے عزائم نظر نظر کی تلاش
فریب خوشنما ہے ہر جگہ پہ
مسرت سے مقام درد و غم تک
آگے بڑھے نہیں ساحل سے جو موجوں کے قدم
کچھ نہ کچھ نقص ہے باقی ابھی طوفانوں میں

ہم نے قصداً یہ طویل انتخاب کلام پیش کیا ہے۔ کاش قدر صاحب کا عام انداز غزل سرائی بھی یہی ہوتا۔ موجودہ صورت میں خس و خاشاک کے ڈھیر میں یہ گلینے تو اس طرح دب گئے ہیں کہ ان تک نگاہوں کا پہنچنا دشوار ہو گیا ہے۔ اگر اب بھی ان کے کلام کا ایک جامع اور مکمل انتخاب شائع ہو جائے تو ان کی شاعری کی قدر و قیمت کے تعین میں بڑی مدد مل سکتی ہے اور ان کو وہ مقام حاصل ہو سکتا ہے جس کے وہ بجا طور پہ مستحق ہیں۔ اس مجموعہ کی کتابت طباعت کاغذ اوسط درجہ کا اور قیمت مناسب ہے۔

---

عتیق احمد صدیقی

نام کتاب : اردو ادب میں سکھوں کا حصہ

مرتبین : امام مرتضیٰ نقوی، مظہر حسین رضوی

صفحات : ۴۰۴ ، قیمت : چندرہ روپے

ملنے کا پتہ : بک کارنر، دانش کدہ، امروہہ (یو۔پی)

اردو زبان و ادب کی ترویج و ترقی میں سرزمین پنجاب کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے۔ محمود شیرانی کے مطابق تو زبان کا آغاز ہی سرزمین پنجاب کا مرہون منت ہے۔ بہر طور یہ علاقہ برابر اردو ادب کی خدمت انجام دیتا رہا۔ شاعری، ادب، صحافت، مذہبی اور سماجی علوم میں فرزندان پنجاب کا حصہ بیش از بیش رہا ہے۔ اردو کے ان خادموں میں مذہب و ملت کی بھی کوئی تخصیص نہیں رہی ہے، ہر عقیدہ اور مکتب فکر کے افراد کا اس میں حصہ رہا ہے۔ اس طرح سرزمین پنجاب میں اردو کی روایت بہت دیرینہ، گہری اور وسیع رہی ہے۔ زیر نظر کتاب اسی وسیع روایت کے ایک حصہ کا مطالعہ پیش کرتی ہے۔

کتاب میں گرو نانک سے عہد حاضر تک کے شعرا اور مصنفین کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ان میں ۷۳ شعرا اور ۱۶ نثر نگار شامل ہیں بعض لوگ شاعری بھی کرتے رہے اور نثری اصناف میں بھی تخلیقات پیش کیں۔ ایسے حضرات کا نام دونوں ذیل میں الگ الگ درج کیا گیا ہے۔ ہماری قدیم تذکرہ نگاری کی روایت کے مطابق ناموں کی ترتیب حروف تہجی پر رکھی گئی ہے۔ کہیں یہ ترتیب نظر انداز ہو گئی۔ ہر بھجن سنگھ ساگر کا نام سب سے

(باقی صفحہ ۲ پر)

REGD. NO. L-922 فون نمبر ۲۹ R. NO. 2136157

مالک انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ پرنٹر و پبلشر سید تفضل حسین ایم۔اے نے لیتھو کلر پرنٹرس علیگڑھ میں چھپایا اور دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند سے شائع کیا